



International Journal of Applied Research

ISSN Print: 2394-7500
ISSN Online: 2394-5869
Impact Factor: 5.2
IJAR 2019; 5(5): 270-271
www.allresearchjournal.com
Received: 16-03-2019
Accepted: 19-04-2019

Dr. Shabbir Asghar
Ex Research Scholar, Urdu
Department LNMU,
Darbhanga, Bihar, India

اردو زبان کے متعلق چند معروضات

Dr. Shabbir Asghar

تعارف

زبان وسیلہ اظہار کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ ایک ایسا عطیہ ہے جو زمانے کے ساتھ ساتھ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یہ کسی قوم کی تہذیبی شناخت کی حیثیت رکھتی ہے۔ دنیا کی بعض ترقی یافتہ قومیں جنہوں نے اپنی مادری زبان کو ترقی کا ذریعہ سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہوئے وہ قوم بڑی کامیاب ہوئیں۔ بعض مشہور زبان آج اپنے وجود کا جنگ لڑ رہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ پچاس سال میں دنیا کی ۲۲۰ زبانیں اپنا وجود کھو چکی ہیں۔ ماہر لسانیات ان زبانوں کے حنائے کی وجوہات تلاش کر رہے ہیں۔

۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی بھی ۳۰ زبانیں سردہ ہو چکی ہیں اور ۲۷۰ زبانیں ایسی ہیں جن کے بولنے والے محض دس ہزار تک محدود ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے جب زبان بولنے والے ہی نہیں ہوں تو پھر اس زبان کے وجود پر خطرہ فطرہ عمل ہے۔ ہم سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک کثیراللسانی خطہ آرض ہے۔ یہاں ۱۹۵۵ء زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہمارے آئین شذول ۷ میں ۲۲ زبانوں کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بقیہ زبان کے تئیں حکومت سنجیدہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں جتنی بھی زبانیں اور بولیاں موجود ہیں ان کو بچانے کے لئے مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں اپنی اپنی سطح سے کوشاں ہیں۔ یہاں بھی ایک بات زیر غور ہے کہ کسی بھی زبان کی زندگی کا انحصار صرف سرکاری مراعات پر ممکن نہیں بلکہ اس زبان کے بولنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اپنی زبان کی ترقی کے لئے کون سا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں، عملی اقدام اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں مادری زبان کی تعداد ۱۳۶۹ ہے کسی ایک ملک میں اتنی تعداد مادری زبان کی ہو اس سے بھی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس ملک کی تکثیریت کے کیا معنی ہیں؟

اب ہم مادری زبان اردو کے متعلق اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ بلاشبہ اردو ایک ہمہ گیر زبان ہے۔ اپنے الفاظ اور قواعد کے اعتبار سے ایک مخلوط اور مشترکہ زبان ہے۔ اس نے ہر حشر من سے خوشہ چینی کی ہے، اکیسویں صدی میں دنیا میں لاطینی رسم الخط کے بعد اردو رسم الخط سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں چینی اور انگریزی کے بعد تیسری بڑی زبان ہے۔ اردو کے ساتھ اہم بات یہ ہے کہ یہ کسی قوم، منرقے یا کسی ایک ملک کی زبان نہیں ہے۔ بلکہ یہ عالمی برادری کی زبان ہے۔ صدیوں سے صدیوں سے سر زمین میں یہ زبان کرا رہی ہے۔ تھیب کی آندھیوں سے دوچار ہے۔ ہر وقت یہ خدشہ لگا ہوا ہے کہ کہیں یہ دم نہ توڑے۔ دنیا میں کسی بھی جمہوری ملک نے اپنی کسی زبان کے ساتھ ایسے ناروا سلوک نہیں کیا ہو گا۔ جیسا کہ ہندوستان نے کیا۔ حکومت کی جانب سے اردو کے سلسلے میں جو بھی اقدامات کئے گئے ہیں وہ محض نمائندگی اور مشتمری ہیں۔ ان کے تمام اقدامات کا مقصد اردو کے تناور درخت کی آبیاری نہیں بلکہ اس کے پتوں کی سینپائی ہے۔ اس لئے تمام کوششوں کا نتیجہ صفر رہا۔ اس کی ایک موٹی مثال گجرات کی کسٹی کی رپورٹ ہے جسے طاق نسیاں میں رکھ دیا گیا۔ ہمارے مادری زبان اردو ملک میں اس وقت بھی مقبول تھی جب انگریزی تعلیم کا رواج عام ہو گیا تھا۔ یہ ہر مذہب اور منرقے میں مقبول تھی۔ اس لئے اسے مشترکہ تہذیب کی علامت قرار دیا گیا۔ عدالت، رجسٹری آفس اور دفاتر میں اسی کا سکے بلند تھا۔ ہم خوش فہمی میں جیتے رہے کہ تادیر یہ زبان اپنے اسی مقام پر جمی رہیں گی لیکن سیلاب اندر ہی اندر اٹھ رہا تھا۔ اردو کی قبر تیار کی جانے لگی، حنا دم اردو اور مصلح قوم سرسید احمد خاں کو اس وقت شدید صدمہ پہنچا جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ عدالتی زبان ہندی ہونی چاہئے، سرسید کے جانشین محسن الملک نے

Correspondence
Dr. Shabbir Asghar
Ex Research Scholar, Urdu
Department LNMU,
Darbhanga, Bihar, India

اسکولوں میں تعلیم کی بات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسا تعلیمی نظام جہاں سچ نصابی دعوے نکلتی ہی نہیں ہے۔ ابتدائی اور ثانوی درجہ کے لئے نصابی کتابوں کی خستہ روپوشی کے ساتھ ساتھ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی نصابی کتابوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے۔ ہمارے ماہرین کو مد توں سے نصابی مواد پر خود ساختہ نظر ثانی کرنے کی سہ تو ہمت ہو سکی اور نہ ہی مندرست مسل سکی ہے اور ستم بالائے ستم یہ بھی کہ بہت ساری کتابیں ایسی ہیں جو برسہا برس سے چھپ رہی ہیں اور ہمارے نوجوان کسی گم شدہ مظلوم کی طرح بس ان کا نام ہی سن رہے ہیں۔ یہ مفروضہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ آج کالج اور یونیورسٹیوں کی بیشتر نصابی کتابیں بھی کیاب نہیں نایاب ہو چکی ہیں۔ ملک کی آزادی کے بعد سے ہی سوتیلا سلوک اس زبان کے ساتھ ہو رہا ہے۔

اردو سے متعلق ہماری لڑائی تین عہدوں پر ہے۔ سرکار، اردو دشمن طبقہ اور خود ہم۔ سرکار کی کارکردگی اور عمل کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے۔ اب اردو طبقہ کے متعلق یہ تحریر پیش کی جا رہی ہے کہ اردو کو سب سے زیادہ نقصان خود اہل اردو سے ہوا۔ ہمارے یہاں تعلیم کی کمی ہے اور ہم نے اپنی نسلوں کو اردو سے دور رہنے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ جس کے نفسیاتی منفی اثرات پڑ رہے ہیں اور اس سے خدشات کا بڑھنا فطری ہے۔ ہم نے اپنے گھروں میں اپنے ماحول میں اردو کو بروئے عمل لانا چھوڑ دیا ہے۔ اردو الفاظ کے استعمال اور اردو کے صحیح معیاری تلفظ کی گرفت چھوڑنے کے بعد ہم خود بھی سنجیدہ نہیں ہیں اور اپنے بچوں کو بھی سنجیدگی سے اس کا عمل نہیں بنانا ہے۔ اس سے یقیناً اردو تلفظ، اردو کے معیاری الفاظ اور بندشوں کے لئے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ اردو لکھنا بھی ہماری توجہ کی منتظر ہے۔ درست املا لینی پر دھیان نہیں دیا جا رہا ہے۔

اگر اردو کی بنیادی تعلیم کا ذکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج اردو صرف مڈل کلاس اور اس سے نیچے کے حناندان میں زندہ ہے۔ ہمارا عملی طبقہ اس سے نابلد ہے۔ ان کے بچے پرائیویٹ اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جہاں اردو کا نظم نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے یہاں دین سے بھی نسبت نہیں رہ جاتی۔ اردو نہیں جاننے کے بعد وہ عربی سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔ مگر ان کو بھی نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے گھرانے صرف دنیا کے پچھلے حصے میں رہے ہیں دین کی انہیں خبر ہی نہیں۔ اور ایسے عملی طبقے کے لوگ اپنے بچے، سب سے ڈرائنگ روم میں اردو کے مستقل پر بحث کرتے ہیں۔

دینی مدارس جہاں عمر بیوں کے بچے مقرر آن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان پر انگشت نمانی ہو رہی ہے۔ جب کہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ مدارس کی وجہ سے ایک بڑا طبقہ اردو جانکار کی حیثیت سے ابھرتا رہا ہے۔ سرکاری مکتب اور اسکول میں بھی اردو کے استاد کی کمی ہے اس لئے وہاں بھی اردو کی پڑھائی متاثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کالج اور یونیورسٹی میں بی۔ اے اور ایم۔ اے میں طلباء کی تعداد دن بہ دن گھٹتی جا رہی ہے۔ مگر اردو طبقہ خواہ غفلت میں گرفتار ہیں۔

یہ بات بھی زیر غور ہے کہ جب ہم اردو کے تعلق سے جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو ہمیں زبان کی تاریخ اور ملک کے جغرافیائی حدود کے متعلق بھی جانکاری رکھنا ضروری ہے۔ ہندوستان میں دور آغاز سے ہی زبانوں کو لے کر ایک مصیبت رہی ہے بالخصوص آزادی کے بعد جب زبانوں کو لے کر سیاست شروع ہوئی تو اس مصیبت کو اور مندرجہ حاصل ہوا۔ ہمارے ملک میں ریاستوں کی تقسیم بھی زبان کی بنیاد پر ہوئی ہے آج بھی ملک میں لسانی سیاست کا چہرہ رخ روشن ہے۔ زبان کے نام پر سیاست کا گندہ کھیل جا رہا ہے۔

سیاست و حکومت کے حصار سے اردو کو نکال کر دیکھتے ہیں تو یہاں خود اردو والے اس کی تہذیبی پیش پیش ہمیشہ ہیں۔ اردو داں کا ایک طبقہ سرکاری پالیسی کو اردو کے مندرجہ میں رکاوٹ تسلیم کرتے ہیں، اس زبان کو مذہبی عینک سے دیکھنے کو زوال کی وجہ مانتے ہیں۔ یہ بات کچھ حد تک صحیح ہو سکتی ہے۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو زبان کو روزگار سے جوڑ کر دیکھتا ہے کہ اس زبان کی تعلیم سے روزگار کے مواقع نہیں ملتے ہیں۔ اس کا دائرہ بہت محدود ہے۔

ان تمام سوالوں کے جوابات اس طرح دئے جا سکتے ہیں۔ جب ہم دوسری زبانوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو یہاں بھی سرکار کی تنگ نظری کے شکوکے ہیں۔ مثلاً قومی زبان ہندی آج تک جنوبی و مشرقی ریاستوں میں اپنے لئے مخصوص جگہ نہیں بنا سکی ہے۔ سرکاری مراعات سے اگر کوئی زبان مندرجہ پائی تو ہندی آج نصف درجن ریاستوں میں حاشیہ پر نہیں ہوتی۔ کیوں کہ ہندی کے لئے جتنے فنڈ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے ذریعہ دئے جاتے ہیں وہ دیگر زبانوں کے حصے میں نہیں آتی۔ جہاں تک روزگار حاصل کرنے کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی زبان روزگار کا ذریعہ نہیں ہوتی ہے بلکہ زبان تہذیب و تمدن کی علامت ہے۔ آج گلوبلائزیشن کی دنیا میں آپ کسی بھی زبان میں مہارت رکھتے ہوں تو آپ کے لئے بازار کھلا ہے۔ کیا انگریزی، ہندی اور دیگر زبان والے بے روزگار نہیں ہوتے؟

ان تمام نکات پر نظر ثانی کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اردو کے مستقبل کو سنبھالنے میں تعلیمی ادارے اور ادبی سرمائے جو کتابوں کی شکل میں ہمارے جمع ہو رہے ہیں، معاون بنیں گے۔ اصل چیز جذبے کا احتیاج ہے جسے عمل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ کہنے سننے سے زیادہ اہم کچھ کر گزرنے کی منزل ہوتی ہے اور اس منزل کا شعور ہی خدشات کو ختم کر سکتا ہے اور امکانات و توقعات کو سامنے لاسکتا ہے۔ اردو اصلاً پہلے روزگار سے نہیں بلکہ تہذیب اور مذہبی افتاد کے اثاثوں سے جڑی ہے۔ ہندوستانیت کی عظیم روایتوں سے جڑی ہے اور ان سب کی ترقی کے حال و مستقبل کو خدشات سے نکال سکتی اور خوش گواری امکانات سے ہمکنار کر سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ زبان کے مندرجہ کے لئے لازمی ہے کہ اس زبان کے بولنے والے صدق دل سے اپنی زبان کی ترقی کے لئے اس کی تعلیم کاراستہ ہموار کریں، کیوں کہ زبان صرف زبانی عمل سے زندہ نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے لئے حتمی طور پر تعلیمی عمل کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم خود اپنی زبان کی زندگی کے لئے کمر بستہ نہیں ہوں گے تب تک زبان کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اس زبان کا رشتہ براہ راست عوام سے جوڑنا ہوگا۔ اپنے نوہالوں کو اردو تعلیم کا رس گھولنا ہوگا۔ سرکار کی عمل پالیسی کے خلاف آواز بلند کرنا ہوگا اور عوام کو بیدار کرنا ہوگا۔